رابعہ خضداری
پاکستان کی اولین فارسی شاعرہ

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر

یہ تاریخی اور ادبی حقیقت ہے (۱) کہ پاکستان میں فارسی ادب کا آغاز بلوچستان کے شہر خضدار سے ہوا یہ شہر تاریخ میں قصدار، قزدار اور قصدار کے نام سے بھی مشہور ہے۔ بلاذری ایک عربی شاعر کے کلمات درج کرتا ہے جو قزدار کے بارے میں والہانہ انداز میں یوں گویا ہے ''خضدار کتنا خوشنما شہر ہے اور اسکے مکین کتنے ممتاز ہیں'' خضدار کا علاقہ مختلف نامور حکمرانوں کے تحت رہا جن میں معاویہ، المنصور، امیر سبکتگین، محمود غزنوی، ناصر الدین قباچہ، شمس الدین التمش کے اسماء گرامی خصوصی حیثیت رکھتے ہیں۔ سترہویں صدی میں مغلوں کے زوال پر میر احمد اول نے (۱۶۶۶۔۱۶۶۷ تا ۱۶۹۵۔۱۶۹۶) خضدار کو نہ صرف زیر نگیں کیا بلکہ حکومت کی مکمل تاسیس کے بعد اُسے خان کے نائب یا نمائندے کا مرکز قرار دیا اسی سرزمین کا سپوت میر نصیر خان اول (۱۷۵۰۔۱۷۵۱ تا ۱۷۹۳۔۱۷۹۴) احمد شاہ ابدالی کے ہمراہ بھارت پر حملہ آور ہوتا رہا۔ انیسویں صدی کے آغاز سے انگریزوں نے اس علاقے میں مداخلت شروع کی آزادی کو برقرار رکھنے کی کوششیں شروع کی گئیں لیکن قبائل کو آپس میں لڑایا گیا ان کے سردار اپنے مرضی کے مطابق بدلے گئے حتیٰ کے انگریزوں نے ان علاقوں پر مکمل تسلط قائم کر لیا ۱۸۸۳ میں سر رابرٹ سنڈیمن نے خضدار ہی میں دربار منعقد کیا (۲)۔

اسی شہر میں جو اپنے شاندار ماضی کو سموئے ہوئے ہے فارسی زبان کی اولین شاعرہ رابعہ بنت کعب (چوتھی/دسویں صدی) اسی شہر کی رہنے والی تھیں اور یہیں پیدا ہوئی چوتھی صدی میں فارسی زبان کے ابوالآبا رودکی کی ہم عصر تھی۔ رابعہ کے اشعار پختگی، استحکام اور قادر الکلامی کے آئینہ دار ہیں۔ فارسی زبان و ادب ایک عام طالب علم یا فارسی کا دلدادہ جب اس بات سے آگاہ ہوتا ہے کہ ہمارے تذکرہ نویسوں نے اس کے حالات قلم بند کرنے میں سرد مہری کا ثبوت دیا ہے تو نہایت دُکھ ہوتا ہے۔ فخری بن اُمیدی ہروی (۳) نے اپنا تذکرہ جواہر العجائب میں اُسے یکسر نظر انداز کیا ہے حالانکہ وہ تذکرہ سخن گو مستورات کیلئے مخصوص تھا۔ محمد حسن خان اعتماد السلطنہ جس نے تین جلدوں (۴) پر مشتمل تذکرہ رقم کیا وہ بھی رابعہ کے بارے میں خاموش ہے۔ بہر حال انتہائی کوشش کے بعد مختلف تذکروں سے جو حالات میسر آئے انہیں قلمبند کیا جا رہا ہے۔

بلخ میں ایک امیر کعب نامی تھا۔ اس کے آباو اجداد حکمران گروہ میں سے تھے۔ وہ ابو مسلم کے زمانے میں اس

سرزمین پر وارد ہوئے کعب کا ایک بیٹا حارث اور ایک بیٹی رابعہ تھی جس کا لقب ''زین العرب'' تھا۔ حارث پسندیدہ اطوار اور نیک افعال کی وجہ سے شہرت رکھتا تھا۔ رابعہ خوبصورتی اور خوب سیرت میں بے نظیر تھی۔ جو کچھ گوش گزار کیا جاتا وہ اسے فوراً شعر کا جامعہ پہنا دیتی۔ محمد عوفی (۵) رقم طراز ہے ''رابعہ بنت کعب القزداری اگر چہ زن بود اما بفضل بر مردان جہان بخندیدی فارسی ہر دو میدان و والی ہر دو بیان بر نظم تازی قادر و در شعر فارسی بغایت ماہر و باغایت، ذکاء خاطر و حدت طبع پیوستہ عشق باختی و شاہد بازی کردی واورا ''مگس روئیں'' خواندندی و سبب این نیز آن بود کہ وقتی شعری گفتہ بود۔

خبر دھند کہ بارید بر سر ایوب
ز آسمان، ملخاں و سر ہمہ زرین
اگر بباردزرین ملخ براو از صبر
سزد کہ بارود برمن یکی ''مگس روئین''

کعب نے موت کے وقت حارث کو اپنے پاس بلایا اور بیٹی کو اس کی حفاظت میں دے دیا اور کہا ''بہت سے ناموروں اور گردن کشوں نے اسے مجھ سے چاہا لیکن میں راضی نہ ہوا اگر تمہیں سمجھدار شوہر ملے تو اسکی شادی کر دینا ورنہ اسے عزت واحترام سے رکھنا'' کعب کی وفات کے بعد حارث تخت نشین ہوا اور عدل وانصاف میں مصروف ہوا بہن کو جان کی مثل محبت اور احترام سے رکھتا۔

حارث کا ایک غلام بکتاش تھا۔ جو اس کے خزانے کا پاسبان بھی تھا۔ وہ خوبصورتی میں بے مثل تھا۔ وہ حارث کے محل میں آتا جاتا اور اسکے باغ میں زندگی گزارتا۔ باغ کے سامنے ایک اونچا کمرہ تھا جہاں حارث کا تخت پڑا تھا۔ ایک دن رابعہ چھت پر گئی (۶) کچھ دیر چاروں طرف دیکھتی رہی اس دوران غلام پر نگاہ پڑی اسے مے نوشی، اور غزل گوئی میں مصروف پایا۔ اس پر فریفتہ ہوگئی۔ اور شفیتگی کے باعث بیمار پڑ گئی۔ اس کی ایک چارہ جو دایہ تھی اس نے پوچھا کیا معاملہ ہے پہلے رابعہ نے کچھ نہ بتایا۔ آخر بکتاش کو دیکھنے اور دل کا واقعہ بیان کیا دایہ نے اس راز کو چھپانے کا عہد کیا۔ رابعہ نے خط میں اپنے جذبات کی عکاسی کی اور دایہ کے سپرد کر دیا بکتاش بھی خط پڑھ کر دل دے بیٹھا اور دایہ سے کہنے لگا تم میری دل سپردگی کی ترجمان ہو، رابعہ کو جب اس حال کا علم ہوا تو شاد ہوئی اشعار کہنے کے علاوہ اسے کوئی کام نہ تھا۔ اشعار کہتی اور غلام کے پاس بھیج دیتی۔ کچھ عرصہ تو یہی سلسلہ جاری رہا ایک دن اپنے محل کی دہلیز سے باہر گئی بکتاش نے اسے دیکھ لیا اور پہچان لیا رابعہ کا دامن پکڑا رابعہ نے دامن چھڑا لیا اور کہنے لگی یہ کیسی بہادری ہے کہ تو دامن پکڑتا ہے غلام نے کہا کہ اگر تو مجھ سے چھپتی ہے۔ تو اشعار کیوں بھیجتی ہے اور میرا دل کیوں لے بیٹھی ہے۔ رابعہ نے جواب دیا تو اس راز سے آگاہ نہیں میں کسی بلند مقصد کی خاطر تڑپ رہی ہوں اور اسی کیلئے بے قرار ہوں تو اس کیلئے

رہنمائی نہیں کرسکتا کیوں اسکے پس پردہ بہانہ تلاش کرر ہاہے اور اپنے آپ کو شہوت کا شکار بنار ہاہے یہ کہا اور اس کے سامنے سے چلی گئی۔

یہ واقعہ سن کے شیخ ابوسعید الخیرؒ فرماتے ہیں ''من این جانب رسیدم واز حال دختر کعب پرسیدم کہ عارف بودہ است یا عاشق'' جواب ملا دہ اشعار جو اسکی زبان سے جاری تھے وہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ عشق مجازی میں ایسا سوز وگداز پیدا ہونا ممکن نہیں۔ ان اشعار کو غزل کی صنف سے کوئی واسطہ نہیں بلکہ اس میں مخاطب حق تعالیٰ کی ذات ہے اور معانی کے اعتبار سے وہ درجہ کمال حاصل کئے ہوئے ہیں۔ اور غلام بکتاش محض ایک بہانہ ہے۔ وہ کہتی ہیں۔

باز عشقت اندر آوردم بیند
کوشش بسیار نامد سودمند
عشق دریائی کرانہ نا پدید
کی توان کردن شنا ای مستمند
عشق را خواہی کہ تا پایان بری
بس کہ پسندید باید نا پسند
زشت باید دید انگارید خوب
زہر باید خورد و انگارید قند
تو سنی کردن ندا نستم ہمی
کز کشیدن تنگ تر گردد کمند

رابعہ اپنے عشق میں اشعار کہتی رہی حتیٰ کے ایک دن چمن میں ٹہلنے چلی گئی وہاں اپنی اشعار پڑھتی جاتی۔ حارث نامی ایک سقہ وہاں موجود تھا۔ جو لعل کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے اشعار سنے اور کہنے لگا تم کیا کہتی ہو رابعہ نے چند اشعار اس کے نام پر کہے اور اس طرح سے اپنے بھائی کو بدبینی کا موقعہ دیا۔ اور اس کے دل میں بہن کی خاطر کینہ اُبھرنے لگا ایک ماہ گزرنے کے بعد حارث کو لڑائی پیش آئی اس جنگ میں بکتاش کا سر زخمی ہوا نزدیک تھا کہ وہ دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہو جائے۔ ایک نقاب پوش لڑکی تیزی کیساتھ سپاہیوں کی صف میں آئی دشمن کے دس سپاہی موت کے گھاٹ اُتار لئے اور بکتاش کو اُٹھا لے گئی۔ سپاہیوں کے حوصلے بڑھ گئے وہ بہادری سے لڑے اور حارث کو فتح نصیب ہوئی۔ واپسی پر حارث نے اس نقاب پوش سوار کو طلب کیا لیکن کوئی اس کا پتہ نہ بتا سکا رابعہ جو نقاب پوش تھی اسے غلام کے زخم کے بارے میں گہری تشویش رہی اس نے خط لکھا اور دایہ کے ذریعے

بکتاش کو پہنچایا چند دن گزرنے کے بعد بکتاش کو اس زخم سے آرام آگیا۔

فارسی کا عظیم شاعر رودکی راستے میں سے گزر رہا تھا۔ وہاں رابعہ موجود تھی۔ رودکی شعر کہتا۔ رابعہ اس کا جواب دیتی رودکی اس کے عشق سے آگاہ ہوا۔ جب بخارا پہنچا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حارث بھی وہاں موجود تھا۔ انہوں نے جشن شاہانہ منعقد کر رکھا تھا۔ بادشاہ نے رودکی سے اشعار کی فرمائش کی۔ چونکہ اسے دختر کعب کے اشعار یاد تھے وہی اس نے سنائے بادشاہ نے پوچھا یہ اشعار کس کے ہیں؟ رودکی چونکہ حارث کو پہچانتا نہیں تھا کہنے لگا یہ اشعار دختر کعب کے ہیں جو ایک غلام پر فریفتہ ہے۔ اور اسے اشعار کہنے کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہیں ہے جو کچھ کہتی ہے اُسے خفیہ اس کے پاس بھیج دیتی ہے۔

حارث جب واپس آیا تو اس نے اس واقعہ کو اپنی بہن سے صیغہ راز میں رکھا اور لعل سقہ کے بارے میں جو اسے گما ن تھا وہ یقین کی حد تک جا پہنچا۔ اپنے دل میں فیصلہ کیا بہن سے بدلہ لے اور اسکا خون بہائے۔

اُدھر وہ اشعار جو دختر کعب بکتاش کو بھیجتی وہ ایک صندوق میں چھپا دیتا اور اسے دل و جان سے عزیز رکھتا۔ بکتاش کے ایک رفیق نے یہ سمجھا کہ اس نے صندوق میں ہیرے جواہرات چھپا رکھے ہیں، جب وہ ایک دن اکیلا ہوا تو اس نے صندوق کھولا اُن اشعار کو پڑھا اور حارث کے پاس لے گیا۔ حارث نے بہن کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کیا۔ پہلے غلام کو کنویں میں ڈالا اسکے بعد گرم حمام کو گرم کرایا۔ فصاد سے اپنی بہن کی رگ کٹوائی۔ اور اسے بند نہ کرایا۔ رابعہ کو اسی کیفیت میں حمام میں ڈال دیا۔ رابعہ نے ایک کاسہ میں اپنے ہاتھ سے خون لیا اور انگلی خون میں ڈبو کر اپنے اشعار دیوار پر لکھے۔ جب ساری دیوار اشعار سے پُر ہوگئی تو خون بھی لکھنے کیلئے نہ رہا تو اس نے داعی اجل کو لبیک کہا دختر کعب کو حمام سے نکالا گیا۔ نہلا دھلا کر سپرد خاک کر دیا گیا۔ مولانا عطار (الٰہی نامہ صفحہ ۲۷۴۔۲۷۵) فرماتے ہیں۔

نگہ کردند بر دیوار آں روز
نوشتہ بود این شعر جگر سوز

نگارا بی تو چشم چشمہ سار است
ہمہ رویم بخون دل نگار است

چو از دو چشم من دو جوی دادی
بگرمابہ مرا سر شوئی دادی

سہ راہ دارد جہان عشق اکنون
یکی آتش یکی اشک و یکی خون

کنون در آتش و در اشک و در خون
برفتم زین جہاں دل خستہ بیرون

مرا بی تو سر آمد زندگانی
کہ من رفتم تو جاویدان بمانی

بکتاش کو جب اندوہناک واقعہ کا علم ہوا، تو بے حد متاثر ہوا اور موقع کی تلاش میں رہا حتیٰ کہ ایک دن کنویں سے باہر آیا اور پوشیدہ طور پر حارث کو صبح سویرے قتل کر دیا بعد میں رابعہ کی قبر پر آیا اپنے سینے میں خنجر پیوست کیا۔ جس سے اسکا کام تمام ہوا اور اسے بھی رابعہ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ بقول عطار

نبودش صبر بی یار یگانہ
بدو پیوست کوتہ شد فسانہ

یہ وہ حالات ہے جن کا ذکر شیخ فرید الدین عطار (۷) نے اپنی مثنوی ''الٰہی نامہ'' میں کیا ہے۔ اس داستان کو پروفیسر سعید نفیسی نے اپنے رسالہ میں جو رابعہ سے متعلق ہے درج کیا ہے۔

ممکن ہے کہ یہ سوزناک داستان حرف بہ حرف صداقت پر مبنی نہ ہو اور ہمیں ہوشنگ مستوفی کے خیال سے متفق ہونا پڑے کہ پھر بھی یہ واقعات ایک حد تک رابعہ کی زندگی کی وضاحت میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ رابعہ کا شمار ان ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ادبیات فارسی کے محل کی تاسیس میں شرکت کی۔ رابعہ اور اس کے قبیلے کی زندگی کے جزیات کا مکمل اتہ پتہ نہیں ملتا، کیونکہ مشرقی ممالک میں ایک لڑکی کے زندگی کے حالات کی تفصیل کے متعلق زیادہ توجہ نہ دی جاتی تھی۔ حقیقت یہ ہے اگر یہ لڑکی اس خانوادے میں پیدا نہ ہوتی تو تاریخ ان کے ناموں کو فراموش کر دیتی۔ رابعہ کا باپ، بھائی اور قبیلہ اسی لڑکی کے باعث زندہ رہا (۸)۔

مولانا جامی نے اپنے تذکرہ نفحات الانس (۹) میں رابعہ کا ذکر ان مستورات میں کیا ہے جو عارفانہ مسلک کی آئینہ دار ہے۔ ہدایت (۱۰) اپنے معروف تذکرہ (مجمع الفصحا) میں لکھا ہے ''رابعہ صاحب عشق حقیقی و مجازی بودہ۔ انجامش بعشقِ حقیقی کشیدہ۔ حکایت او را فقیر نظم کردہ نام آن مثنوی را گلستان ارم نہادہ''

رابعہ کے کلام میں سادگی و روانی، فکر و کلام، لطافت وصف طبیعت، عشق و شیفتگی، عرفان و حکمت پائی جاتی ہے۔ اب رابعہ کے وہ اشعار جو مختلف تذکرہ نویسوں نے رقم کیے۔ پیش کیئے جاتے ہیں (۱۱)۔

فریب:

مرا بعشق ہمی محتمل کنی بہ حیل
چہ حجت آری پیش خدای عزوجل

بہ عشقت اندر عاصی ہمی نیارم شد
بہ نیم اندر طاغی ہمی شوم بمثل

نعیم بی تو نخواہم جحیم با تو رواست
کہ بی تو شکر زہراست وبا تو زہر عسل

بروی نیکو تکیہ مکن کہ تا یک چند
بہ سنبل اندر پنہان کنند نجم زُحل

ہر آینہ نہ دروغست آنچہ گفت حکیم
فمن تکبر یو ماً فبعد عزٍّ ذَلّ

نفرین:

دعوت من بر تو آن شد کایزدت عاشق کناد
بر یکی سنگین دل نا مہربان چون خویشتن
تا بدانی دردِ عشق و داغ مہر و غم خوری
تا بہجر اندر بہ پیچی، وبدانی قدرِ من

کاشکی:

کاشکی تنم باز یافتی خبر دل
کاشکی دلم باز یافتی خبر تن
کاشکی من از تو برستمی بسلامت
امی فسوسا کجا توانم رستن

الا ای بادشب گیری پیام من بدلبر بر
بگوآن ماہِ خوبانرا کہ جان بادل برابر بر
بہ قہراز من فگندی دل بیک دیدار مہرویان
چنان چون حیدر کرار درآن حصن خیبر بر
تو چون ماہی ومن ماہی ہمی سوزم بتابہ بر
غم عشقت نہ بس باشد جفا نہادی از بر بر
ستم چون چنبری می گشتہ بدان امید تاروزی
ز زلفت برفتد تا گہ یکی حلقہ بچنبر، بر
ستم گر گشت معشوقم ہمہ غم زین قبل دارم
کہ ہرگز سود نکند کس بمعشوق ستم بر بر
اگر خواہی کہ خوبانرا بروی خود بہ ہجر آری
یکی رخسار خوبان رابدان خوبان برابر بر
ایا معظم بکار وحال عاشق گر خبرداری
سحر گاھان نگہ کن تو بدان اللہ اکبر بر
مدا ای بنت کعب اندہ کہ یار از تو جدا ماند
رسن گرچہ دراز آید گزر دارد بچنبر بر (۱۲)

باغ:

زبس گل کہ در باغ مأوی گرفت — چمن رنگ ارتنگ مانی گرفت
مگر چشم مجنون بہ ابر اندر ست — کہ گل رنگ رخسار لیلی گرفت
ہمی ماند اندر عقیقین قدح — سرشکی کہ در لالہ مأوی گرفت
سر نرگس تازہ از زروسیم — نشان سر تاج کرئ گرفت

چو رهبان شد اندر لباس کبود   بنفشه مگر دین ترسی گرفت

فشانداز سوسن و گل، سیم و زر، باد   زهی بادی که رحمت باد بر باد
بداد از نقش آزر صد نشان، آب   نمود از سحرمانی ازصد اثر باد
مثال چشم آدم شد مگر ابر   دلیل لطف ننی شد مگر باد
که دُرّ بارید هر دم در چمن ابر   که جان افزود خوش در شجر باد
اگر دیوانه ابر آمد چرا پس   کند عرضه صبوحی جام زر باد
گل خوشبوی تر سم آورد رنگ   ازین غماز صبح پر ده در باد
برای چشم هر نا اهل گوی   عروس باغ راشد جلوه گر باد
عجب چون صبح خوشتری برد خواب   چرا افگند گل را در سهر باد

عشق او باز اندر آوردم به بند   کوشش بسیار نامد سود مند
عشق دریائی کرانه نا پدید   که .توان کردن شنا ای هوشمند
عدق را خواهی که تا پایان بری   بس که پسندید باید نا پسند
زشت باید دید و انگارید خوب   زهر باید خورد و انگارید قند
تو سنی کردم ندانستم همی   کز کشیدن تنگ تر گردو کمند
هرگز روزی به بنده پر وات نبود   و اندیشهٔ این بیدل شیدات نبود
خوردیم زتو خون و نخوردی غم ما   در پای تو مردیم و سرمات نبود

ترک از درم در آمد کندانک   آن خوب روی چابک مهمانک

خبر دهند که بارید بر سر ایوب   زآسمان ملخان و سر همه زرین
اگر ببارد زرین ملخ بر او از صبر   سزد که بارد بر من یکی مگس روئین (۱۳)

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر عبدالشکور احسن، *پاکستانی ادب (فارسی ادب)*، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۳۵۵۔

۲۔ *بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹیر*، جلد ششم (اے۔ بی)، بمبئی، ۱۹۰۷ء، ص ۲۱۷ تا ۳۳۴ قزدار قصدار ناحیہ وقریہ مشہور کہ در ہشتاد فرسنگی بست قرار داشتہ وازنواحی سند بودہ است *معجم البلدان* ذیل اسم قزدار وقصدار، چاپ، مصر، ج، ص ۷۸۔

۳۔ چاپ لکھنو، ۱۸۷۳ء۔

۴۔ *خیرات حسان*، چاپ، تہران، ۱۲۰۷ء۔ ۱۳۰۴ء۔

۵۔ *لباب الالباب*، حصہ دوئم، چاپ، لندن، ۱۹۳۰ء، ص ۶۱۔

۶۔ رضا ایزدی ہمدانی نے اپنے محققانہ مقالہ بعنوان شاعر عصر سامانیان (جسکا خلاصہ زنان سخنور جلد اول از علی اکبر سلیمی، مطبوعہ تہران ۱۳۳۵ ص ۲۰۳ میں درج ہے) کہ ایک رات حارث نے بزم آراستہ و پیراستہ کی۔ اس میں مستورات، غلام، کنیزیں۔ ہمدم سب کے سب موجود تھے۔ مسرت وطمانیت کے شادیانے بجائے گئے۔ رقص و سرود کی محفل تھی۔ ہر کوئی شاداں وفرحاں تھا۔ وہیں زیبا اور مشکیں مدوالا بکتاش نامی غلام بھی تھا۔ رابعہ کی اس پر نظر پڑ گئی اور وہ دل دے بیٹھی۔

۷۔ شیخ فریدالدین عطار، "*الٰہی نامہ*" بتصحیح فواد روحانی، تہران، ۱۳۳۹ء، ص ص ۲۵۹ تا ۱۲۷۵ اشعار کی تعداد ۴۲۸۔

۸۔ شعرای بزرگ ایران، ھوشفنگ مستوفی، تہران، ۱۳۳۴ء، ص ۴۶۔

۹۔ علی اکبر سلیمی، زنان سخنور، دفتر اول، تہران، ۱۳۳۵ء، ص ۹۹۔

۱۰۔ عبدالرحمٰن جامی، *نفحات الانس*، چاپ مطبع حیدری ہندوستان ۱۲۸۹ ص ۴۰۹۔

۱۱۔ *مجمع الفصحا*، جلد اول، ۲۳۲۔

۱۲۔ عوفی *لباب الالباب*، حصہ دوئم، ص ۶۱، دکتر ذبیح اللہ صفا، تاریخ ادبیات ایران، حصہ اول، ص ص ۴۰۴۔۴۰۵۔ *گنج سخن*، دکتر ذبیح اللہ صفا تہران ۱۳۳۹ء ص ص ۵۴ تا ۵۶ مجلہ شرق شمارہ ہشتم مرداد ماہ ۱۳۱۰ خورشیدی ص ۴۶۲ شعرای بزرگ ایران ص ص ۴۷، ۴۸۔

۱۳۔ دانش اسلام آباد ۶۰۔۶۱ ۱۳۷۹ء ص ۱۸۷ رابعہ بنت خضداری از حمیرا ز مردی۔